طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی جدید ترتیب

سید شبیر احمد کاکاخیل

مسترشد حضرت مولانا محمد اشرف سلمانیؒ
اور کئی اکابر کا خلیفہ مجاز

تقریظ

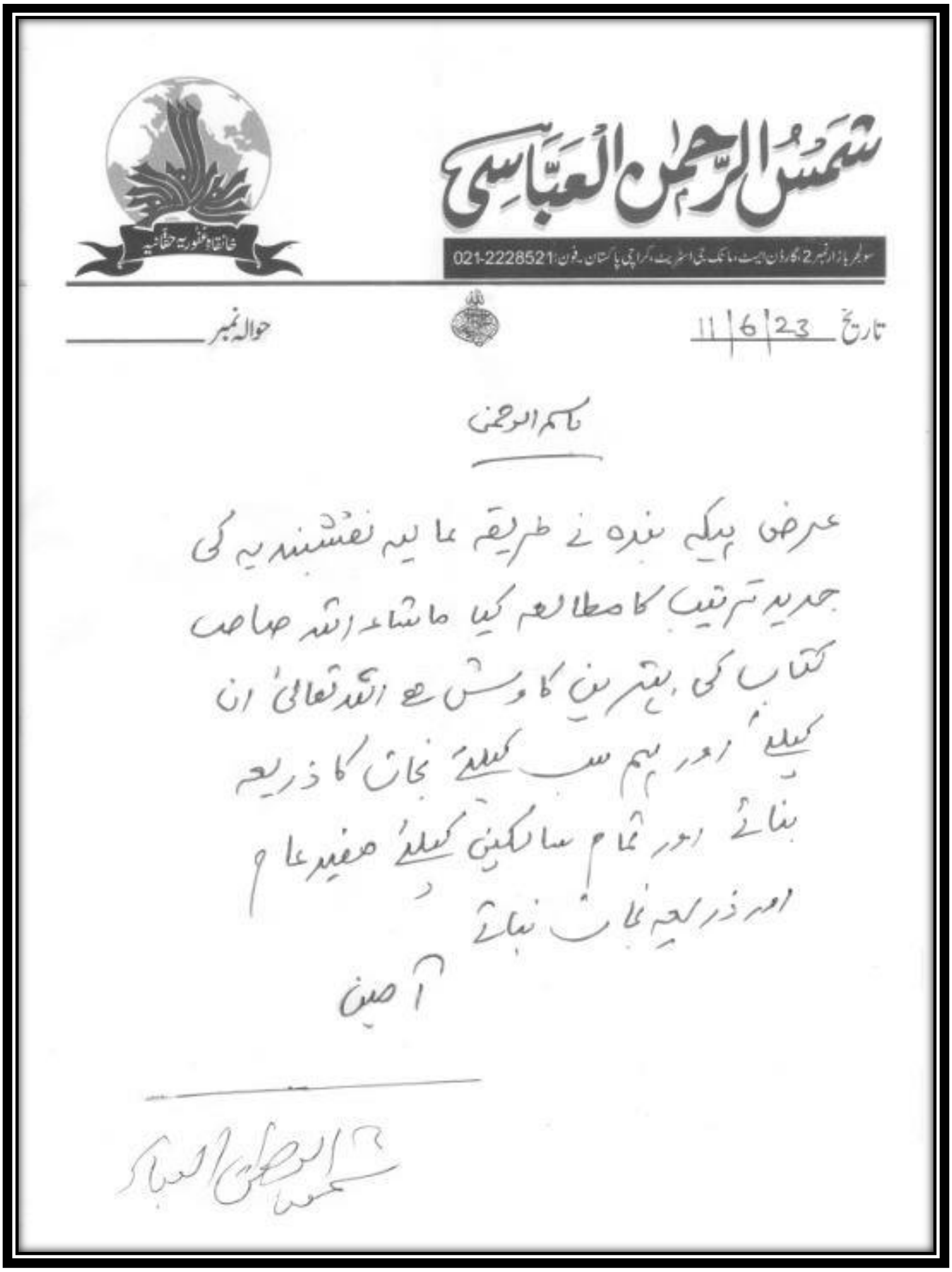

شمس الرحمٰن العباسی

خانقاہ غفوریہ حقانیہ

سولجر بازار نمبر 2، گارڈن ایسٹ، مانک جی اسٹریٹ، کراچی پاکستان۔ فون: 021-2228521

تاریخ 11/6/23 حوالہ نمبر ______

باسم الرحمٰن

عرض یہ کہ بندہ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی
جدید ترتیب کا مطالعہ کیا ماشاء اللہ صاحب
کتاب کی بہترین کاوش ہے اللہ تعالیٰ ان
کیلئے اور ہم سب کیلئے نجات کا ذریعہ
بنائے اور تمام سالکین کیلئے مفید عام
اور ذریعہ نجات بنائے

آمین

شمس الرحمٰن العباسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی جدید ترتیب

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تشریح وترویج میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جو مقام ہے وہ کسی بھی نقشبندی سے مخفی نہیں اس لئے کیا مقصد ہے اور کیا ذرائع اس سلسلے میں آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس سے ہی شروع کرتا ہوں۔ حضرتؒ مکتوب نمبر 207 میں اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"صوفیائے کرامؒ کے طریقے پر چلنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقداتِ شرعیہ کا جو کہ ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور احکامِ فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو جائے اس کے علاوہ اور کوئی امر مقصود نہیں ہے کیونکہ رویتِ باری تعالیٰ کے آخرت میں ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ دنیا میں ہرگز واقع نہیں ہو گی۔ وہ مشاہدات و تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہوتے ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے کیونکہ حق تعالیٰ ان سب سے وراء الوراء ہے۔ عجب کاروبار ہے کہ اگر ان مشاہدات و تجلیات کی حقیقت پوری طرح بیان کر دی جائے تو اس بات کا خوف ہے کہ اس راستے کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور

ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر علم کے باوجود کچھ بھی نہ کہا جائے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔"

اس کا مطلب ہے کہ اصل مقصود یہی ہے۔ اس کے علاوہ جو مشاہدات اور تجلیات ہیں وہ راستے کی باتیں ہیں مقصود نہیں۔ راستے کی نشاندہی میں ان کا جتنا کردار ہے بس اتنا ہی اس سے تعلق رہے اور اصل پر نظر جمائے رکھے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ مثلاً ایک بہت بڑا مینار ہے جو ہر جگہ سے نظر آرہا ہے اس تک پہنچنا مقصد ہے لیکن اس کے راستے میں بہت ساری خوبصورت عمارتیں اور باغات بھی ہیں۔ اب اگر کسی کو وہاں تک پہنچنا ہو تو راستے کے ان مناظر کے درمیان سے تو گزرے گا صحیح لیکن جانے والا صرف اس راستے اور مینار پر ہی نظر جمائے رکھے گا تاکہ مقصود رہ نہ جائے۔ ہاں اگر مقصد ہی سیر سپاٹا ہو اور مقصود تک پہنچنے کا ارادہ نہ ہو تو پھر اور بات ہے ۔ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ مقصود میں اتنا انہماک نہیں ہوتا جتنا کہ راستے کی باتوں میں سالکین مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے ابتدا ہی سے یہ تہیہ کرنا چاہیے کہ مقصود کو پانا ہے اور راستے کی ان باتوں میں مشغول نہیں ہونا۔ حضرتؒ سالکین کو بار بار خبر دار کرتے رہتے ہیں کہ خبر دار گری کو چھلکے کے لئے نہیں چھوڑنا۔

جذب وسلوک کی حقیقت کی طرف رہنمائی:

احقر کو بلا استحقاق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نو (9) اکابر سے اجازت دلوائی ہے۔ ان سب اجازتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ہر سلسلے کا فیض براہِ راست یا بالواسطہ اجازت کی حد تک کم از کم پہنچ گیا۔ کچھ واقعات ہوئے، کچھ مبشرات میں اشارے ہوئے اور کچھ اہلِ حق کے مکاشفات کے ذریعے احقر کا رخ تحقیق و تشریح کی طرف موڑا گیا، وگرنہ من دانم کہ من آنم۔ ابتدا حضرت تھانویؒ کے مشہور ملفوظات شریف کی جلد انفاسِ عیسیٰ کی تعلیم سے (جو ہفتہ میں ایک دفعہ تقریباً باقاعدگی سے ہوتی رہی) کرائی گئی جو تقریباً بارہ برس میں مکمل ہوئی اور اب پاور پوائنٹ کی صورت میں اس کی تعلیم مختلف جگہوں پہ شروع ہے۔ الحمدللہ۔ درمیان میں مثنوی مولانا رومؒ کا درس شروع ہو گیا جو الحمدللہ جاری ہے۔ انفاسِ عیسیٰ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات پر کام کرنے کا حکم ہوا اور اس کا درس شروع ہوا۔ ابتدا میں معمول کے مطابق حضرتؒ کے اپنے شیخؒ کی طرف مکتوبات کی تشریح شروع ہوئی لیکن بہت جلد پتہ چلا کہ اس میں روحانیت تو بہت زیادہ تھی لیکن سالکین کی سمجھ میں ان کا آنا مشکل تھا، درمیان میں ایک حوالے کے واسطے مکتوب نمبر 287 تک رسائی ہوئی اور وہاں دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جذب و سلوک کے بارے میں اتنی قیمتی، اہم اور فوری طور پر ضروری ایسی باتیں تحریر فرمائی ہیں کہ ان کو آگے پہنچانے میں تاخیر سستی کے ساتھ خیانت محسوس ہونے لگی۔ اس لئے الحمدللہ اس پر کتاب "حقیقت جذب

وسلوک" تحریر کرنے کی توفیق ہوئی۔ اس کتاب کی تدوین وتالیف میں بزرگوں کے مکاشفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اتنی مدد فرمائی کہ بندہ کا سر شرمندگی سے نہیں اٹھ رہا البتہ اس سب مہربانی کو حکم سمجھتا ہوں کہ اہل تک اس پیغام کو پہنچایا جائے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کچھ مبشرات اور بزرگوں کے مکاشفات کے ذریعے نقشبندی سلسلے میں خصوصی طور پر کام لئے جانے کی بشارت تھی اس لئے کتاب کے تحریر کرنے کے بعد نقشبندی سلسلے میں خوب غور و خوض کرنے کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ نقشبندی سلوک زیادہ تر دل کے سلوک میں بدلتا چلا گیا ہے اور نفس کی اصلاح زیادہ تر زبانی باتوں کی حد تک رہ گئی ہے حالانکہ جب تک نفس کی اصلاح نہ ہو دل کی کامل اصلاح ممکن نہیں کیونکہ جیسے جیسے ذکر سے دل صاف ہوتا ہے ویسے ویسے نفس اس کو پھر گندا کرتا رہتا ہے۔

دل اور نفس کی اصلاح کے لیے علیحدہ علیحدہ محنت:

علم پر عمل کرنے کے لئے اور قال سے حال پر آنے کے لئے دو محنتیں بہت ضروری ہیں۔ ایک بیمار دل کو قلبِ سلیم بنانے کے لئے اور دوسری نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ بنانے کے لئے۔ جب تک یہ دو محنتیں نہ ہوں اس وقت تک علم کے باوجود آدمی صحیح عمل سے اکثر محروم رہ سکتا ہے ۔ان محنتوں کو تصوف اور طریقت کے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ طریقت کے کئی سلسلے ہیں لیکن ہند وپاک میں چار طریقے زیادہ معروف ہیں۔ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ۔ اکثر سلاسل

میں سلوک پہلے طے کرایا جاتا ہے اور جذب سے تکمیل ہوتی ہے البتہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے جذب کو مقدم کرنے کا طریقہ دریافت کرلیا، اس لئے نقشبندی سلسلے میں جذب پہلے ہوتا ہے اور سلوک بعد میں طے کرایا جاتا ہے۔ **سلوک سے مراد نفس کی بُری خصلتوں کا ایک ایک کرکے علاج کرنا ہے جبکہ جذب میں دنیا کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت میں بدل جاتی ہے** اس لیے دل کی دنیا بدل جاتی ہے ۔ تاہم حصولِ جذب کے بعد نفس کا علاج کرنا بھی ضروری ہوتا ہے ورنہ دل بیدار تو ہوتا ہے اور اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے لیکن نفس باغی ہوتا ہے اور دل کی نہیں مانتا، بلکہ اپنی ہی کئے جاتا ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں سالک کُڑھتا رہتا ہے لیکن نفس ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ باقی سلاسل میں چونکہ ابتدا سلوک طے کرنے سے کی جاتی تھی اس لئے ان کا یہ مسئلہ نہیں تھا ان کے مسائل اپنے تھے لیکن نقشبندی سلسلے کا یہ بنیادی مسئلہ تھا۔ اس کو دیکھ کر مشائخ زمانہ نے کئی جتن کئے ، سوچتے رہے لیکن اصل بات کی طرف بہت کم التفات ہو سکا۔ دوسری طرف وقت کے ساتھ کمزوری آتی رہی اور مشائخ کے نزدیک مجاہدات کا تحمل نہ رہا اس لئے تقلیلِ طعام اور تقلیلِ منام کے مجاہدات متروک ہوگئے۔ یہ چونکہ سب سے زیادہ مؤثر مجاہدات تھے اس لیے باقی مجاہدات میں بھی کمزوری آئی یعنی تقلیلِ کلام اور تقلیلِ خلط مع الانام، اور مختلف دلائل اور تاویلات کی وجہ سے یہ سب کالعدم ہوگئے، الا ماشاء اللہ۔ دوسری بات جس کی ضرورت سمجھنے کی زیادہ محسوس ہوئی وہ یہ کہ قلب کے سلوک کے اسباق نہ سمجھے جانے کی وجہ سے محض ایک ذہنی تکرار رہ گئے اس لئے فنائے قلب پھر کیسے حاصل ہو اور ظاہر

ہے فنائے نفس کا بھی یہی حال پھر ہونا تھا۔ اس لئے بعض مشائخ کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ سر جوڑے بیٹھے تھے کہ پورا سلوک طے کرنے کے بعد بھی آج کل اصلاح کیوں نظر نہیں آتی۔

نقشبندیت اور محبوبیت:

ایک بات یہ بھی سامنے آئی کہ آج کل نقشبندیت اور محبوبیت کو آپس میں باہم مترادف سمجھا گیا یعنی جو نقشبندی ہے وہ محبوب بھی ہے حالانکہ محبوبیت کی دو قسمیں ہیں ایک بالکسب اور دوسرا بدون کسب (کسبی اور وہبی) جن کا ثبوت قرآن پاک سے ملتا ہے ۔بالکسب محبوبین نص صریح سے ثابت ہے **قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ**۔۔۔ کے مصداق اور بدون کسب کے محبوبین بھی، جیسا کہ ارشادِ مبارک ہے **اللهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ**۔

محبوب بدوں کسب (محبوبیت وہبی) والے حضرات اصل محبوب کہلائے جاسکتے ہیں اور یہ بہت کم ہوتے ہیں۔یہ ہر سلسلے میں ہوسکتے ہیں۔ چونکہ ان کی تربیت کا معاملہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہے اس لیے اُن کے راستے کی مزید تفصیلات معلوم کرنا، عمل کے لیے مطلوب نہیں ہے۔البتہ محبوبیت بالکسب والوں کے لئے تربیت کے طور طریقے ہر سلسلے کے اپنے ہوتے ہیں۔ محبوبین میں سے نہ ہونے کے باوجود اگر کسی کو اپنے محبوب ہونے کی غلط فہمی ہو جائے

تو اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے کیونکہ جو راستہ کسی کے لئے نہ ہو اور وہ اس پر جائے تو بالآخر مایوس ہوکر محروم ہی ہوگا۔ اس لئے اس غلط فہمی سے نکلنا بہت ضروری ہے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ:

اس اثناء میں ایک واقعہ ہوا جس نے احقر کو ہلا دیا اور وہ یوں کہ اجتماعی اعتکاف میں ایک نقشبندی سالک آیا جو عالم تھے اور ایک مدرسے کے مہتمم ہیں اور فرمایا کہ اس نے سارا نقشبندی سلوک طے کیا ہے لیکن حال یہ ہے کہ اس رمضان میں اس نے اپنے گھر میں کیبل لگائی اور ساتھ رونے لگا۔ میں بھی بہت حیران ہوا اور مبہوت رہ گیا کہ اس کو کیا جواب دوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف مدد کے لئے متوجہ ہوگیا۔ دل میں جو آیا وہ یوں عرض کیا کہ آپ نے دل کا سلوک طے کیا ہے نفس کا نہیں۔ نفس کا سلوک طے کئے بغیر نفس سے آپ اپنی مرضی کا کام نہیں لے سکتے اور نفس کا سلوک مجاہدہ کئے بغیر طے نہیں ہوتا۔ بعد میں ماشاء اللہ مشائخ نے اس کی نہ صرف تائید فرمائی بلکہ پوچھا کہ مجاہدہ تو متروک ہے، آپ کیسے کرائیں گے؟ تو عرض کیا کہ کبھی کریں اور کبھی نہیں۔ وہ کہہ اٹھے کہ یہی تو کاکا صاحبؒ کا مجاہدہ ہے۔ اس سے بھی تائید ہوئی۔ ایک بات جو حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نقشبندی سلسلے میں صرف ترتیب بدلی ہے ورنہ اس میں بھی جذب اور سلوک دونوں ہیں۔ اس لئے جذب کے حصول

کے بعد سلوک کا طے کرنا ضروری ہو گا ورنہ حضرت کے نزدیک وہ مجذوب متمکن (حالتِ جذب پر رک جانے والا سالک) تو ہو سکتا ہے، شیخ نہیں۔ کیونکہ خود نہیں پہنچا تو دوسروں کو بھی نہیں پہنچا سکتا ہے۔

اسباق نقشبندیہ اور تزکیہ نفس:

اس میں پہلی بات یہ کہ جو لطائف کا اجرا ہے وہ بغیر وجہ کے نہیں کیا گیا تمام سلاسل میں۔ تو اگر وہ اجرا کیا گیا ہے اور عوامی اجرا کیا گیا ہے، یہ نہیں کہ صرف مخصوص لوگوں کو۔ اس کا مطلب بزرگوں نے اس کے اندر کچھ نا کچھ دیکھا اور اس کو جاری فرمایا۔ تو اس کو کلی طور پر رد کرنا یہ بھی ایک طرح کی افراط تفریط ہے لیکن اس کو کلی طور پر کافی سمجھ کر باقی دوسرے ذرائع کو خاطر میں نہ لانا اور یہ سمجھ لینا کہ اس ذریعے سے اصلاح کامل ہو جاتی ہے تو پھر تو اور کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تو یہ دوسری طرح کی افراط تفریط ہے۔ تو جو بات پہلے بھی ہوتی رہی ہے کہ لطائف سے فائدہ ہو تا ہے ہو سکتا ہے تو یہ بات درست ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اسی سے ہی رذائل دب جاتے ہیں تو یہ بات افراط تفریط ہے۔

نیز اس سے رذائل کچھ وقت تک دب سکتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ مکمل دب جائیں اور کل وقتی دبے رہیں۔ وہ لطائف کے زور پر کسی وقت دب سکتے ہیں اور کسی وقت دوبارہ واپس آسکتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جذب بِدایت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور جذبِ بدایت جس وقت واپس ہو جاتا ہے تو یہ سب بھی پھر واپس ہو جاتا ہے ہاں اگر جذبِ بدایت کے بعد سلوک طے کیا جائے تو پھر یہ تبدیلی دائمی ہوتی ہے اور عود کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔ جیسے کسی کا لطیفہ قلب جاری ہو جائے تو اسے دنیا سے بے رغبتی ہو جاتی ہے، لیکن وہ کسی وقت واپس بھی آسکتی ہے، یہ تجربے کی بات ہے۔ توان تجربات کی بنیاد پر بات کی جاسکتی ہے، اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا جائے گا۔

البتہ ایک چیز سوچنے کی ہے کہ دنیا کی محبت اگر نکالنی ہے تو اس کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔ اور وہ کرنا جو ہے وہ یہ ہے کہ اس کے لئے سلوک طے کرنا پڑے گا۔ سلوک میں نفس کا علاج ہوتا ہے اور یہ بالضد ہوتا ہے یعنی نفس کی مخالفت کرنا اور یہ مجاہدہ کہلاتا ہے تو نفس کی اصلاح کے لئے مجاہدہ ضروری ہے۔ بعض حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ نقشبندی طریقہ میں بھی مجاہدہ ہے البتہ طریقے کا فرق ہے۔ جو اہلِ چشت تھے ان کا طریقہ مجاہدات لینے کا اور تھا۔ سلسلہ نقشبند میں چونکہ عوام کو سامنے رکھا گیا ہے تو آسان رستے نکالے گئے ہیں اور مجاہدے کا بھی آسان رستہ نکالا گیا ہے۔ نقشبندی طریقہ میں مجاہدے کا طریقہ اتباعِ سنت میں عزیمت اور صحبتِ شیخ ہے اور نقشبندی حضرات جو تھے وہ صحبتِ شیخ کے لیے خصوصی طور پر خانقاہوں میں وقت لگایا کرتے تھے اور اس طرح جو وقت لگاتا تھا وہ دنیا سے کٹ جاتا تھا تو اس سے تقلیل خلط مع الانام کا مجاہدہ حاصل ہو جاتا۔ شیخ کے سامنے سننا زیادہ اور بولنا کم ہوتا ہے تو یہ تقلیلِ کلام کا مجاہدہ تھا۔ سنت کے مطابق کھایا جائے تو یہ تقلیلِ طعام کا مجاہدہ ہوا اور خانقاہ میں تمام معمولات پورے کرنے میں تقلیلِ منام کا مجاہدہ بھی

ہو جاتا ہے، جیسے اعتکاف میں بھی یہ سارے مجاہدے ہوتے ہیں۔ ایک طرف اس کے لطائف پہ محنت ہو رہی ہوتی تھی اور دوسری طرف صحبتِ شیخ اور دنیا سے کٹ جانے سے رذائل دب رہے ہوتے تھے اور یہ سب غیر محسوس طریقے سے ہو رہا ہوتا تھا، اب یہ فرق باریک ہے۔ دوسرے سلاسل میں جیسے چشتیہ میں ذکر کم کرتے تھے لیکن ان کے مجاہدات واضح ہوتے تھے کہ نظر آرہا ہوتا تھا کہ مجاہدہ ہو رہا ہے لیکن اذکار کم تھے اور اسی سے فائدہ ہو جاتا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اذکار زیادہ ہیں اور مجاہدہ خفی ہے بصورت صحبتِ شیخ اور اتباعِ سنت۔ پتا نہیں چلتا کہ مجاہدہ ہو رہا ہے۔ لیکن جب ایک بندہ شیخ کی صحبت میں رہے گا تو شیخ کی ہر چیز پہ نظر ہو گی اور وہ اس سے مجاہدہ لے رہا ہو گا، مرید کی کانٹ چھانٹ ہو رہی ہو گی اور ساتھ ساتھ نفس کی اصلاح ہوتی چلی جائے گی۔ ان چیزوں کے بھول جانے سے، جیسے لطائف کا اجرا ایک آسان چیز ہے تو اس کو تو لے لیا اور اس کے ساتھ جو مشکل چیز تھی صحبتِ شیخ عرصہ دراز تک اور سنت پر عزیمت کے ساتھ عمل، ان کو چھوڑ دیا تو اس وجہ سے مسائل ہوئے۔

ہمارے والد صاحب کے شیخ حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ میں مقیم تھے اپنے شیخ حضرت خواجہ احمد خان صاحب کے ساتھ۔ بیمار ہوئے حکیموں نے آب و ہوا بدلنا تجویز کیا شیخ نے بھی حکم فرمایا آب و ہوا تبدیل کرنے کے لئے کسی اور جگہ چلے جائیں، رونے لگ گئے کہ حضرت مجھے خانقاہ میں رہنے دیں جو بھی ہو منظور ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یوں ہی صحت عطا فرمائی۔ ڈیڑھ سال بعد شیخ نے اجازت عطا فرما کر اپنے علاقے میں کام کرنے کی تشکیل فرمائی۔ اب کیا

خانقاہوں میں اتنا قیام ہوتا ہے؟ توجو اصلاح کا بڑا ذریعہ تھا کمزور ہو گیا تو اس کے لئے کچھ کرنا پڑے گا نا کیونکہ جب خانقاہ میں بندہ وقت لگاتا ہے تو مال چھوڑ کے آتا ہے تو مال کی محبت نکلتی ہے، دنیا دیکھ ہی نہیں رہا تو بد نظری ہو ہی نہیں رہی اس کی چونکہ خانقاہ کے اندر ہے۔ لذات خانقاہ میں ہیں نہیں بلکہ بے آرامی ہے تو وہ اس کو فوائد مل رہے ہیں، تو یہی اصلاح ہے اور تو اس میں کوئی چیز نہیں۔

ہم نے اسی لئے حضرت صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعے سے یہ سبق لیا کہ ہفتہ وار جوڑ رکھا اس طرح سال میں 52 ہفتے ہوتے ہیں جن کے 26 دن بن جاتے ہیں اس کے علاوہ ہر سال اعتکاف کے دس دن اور تین مہینے میں تین دن کا جوڑ۔ اس کے بھی سال میں 9 دن بن جاتے ہیں تو ہر سال کے کل 45 دن ہو جاتے تو دس سال میں ہم ڈیڑھ سال تقریباً پورا کر لیتے ہیں۔ بس یہ کسی حد تک اس بڑے نقصان کی تلافی کی کوشش ہے۔

مندرجہ بالا تمہید کے بعد نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے 35 اسباق کے بارے میں دو باتیں سمجھنی چاہیئے:

- یہ اسباق بنیادی طور پر جذب پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ جس کا تعلق عروج سے ہے۔ جن کو مجدد صاحب روح کو سابقہ محبت یاد دلانے سے تعبیر کرتے ہیں۔
- دوسری بات یہ ہے کہ ان اسباق کو طب کی ایک کتاب کی طرح سمجھنا چاہئے۔ جس میں درج تمام معالجات کو ایک ہی مریض پر نہیں آزمایا جاتا۔ یعنی ان اسباق کو ایک کورس

کی طرح نہیں لینا چاہیے۔ بلکہ اس کے عملی نتائج دیکھتے ہوئے حسبِ استعدادِ سالک، شیخ ان میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ مثلاً سالک میں مطلوبہ جذب کے آثار ظاہر ہوتے ہی، اس کو اپنے رذائل کی عملی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔

ایک اور بات جو سمجھنا بہت اہم ہے کہ تصوف عملی چیز ہے اور عملی چیز حالات کے مطابق بدلنی پڑتی ہے جو اس کو نہیں جانتا وہ رسمی صوفی ہوتا ہے، عملی نہیں۔ نہ خود پہنچا نہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے دو چیزوں کی فوری ضرورت پڑ گئی۔

1. پہلی قلب کے سلوک کو آسان اور آج کل کے دور کے مطابق قابلِ فہم بنانا۔
2. دوسرا یہ کہ اس کو نفس کے مجاہدے کے متناسب بنانا۔ بصورتِ دیگر سالکین بغیر تکمیل کے اپنے آپ پر تکمیل کا گمان کر سکتے ہیں۔

شریعت کا نظام تربیت:

جاننا چاہیے کہ شریعت ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ اس میں ظاہر کی بھی اصلاح ہے اور باطن کی بھی۔ البتہ کسی کے ظاہر یا باطن میں اگر اس کی کمی پائی جائے گی تو اس کی اصلاح ضروری ہو گی۔ اس نظام میں شرعی مجاہدات کے ذریعے نفس کی اصلاح ہے اور اس میں ذکر کے ذریعے دل کی اصلاح بھی ہے۔

شرعی مجاہدہ:

روزے میں تقلیلِ طعام، یعنی کم کھانے کا مجاہدہ بھی ہے، تقلیلِ منام یعنی کم سونے کا بھی ہے، اس کے اعتکاف میں تقلیلِ کلام بھی حاصل ہو جاتا ہے اور تقلیلِ خلط مع الانام (لوگوں کے ساتھ کم ملنا جلنا) بھی۔ نماز میں وقت کی پابندی، افطار کے بعد آرام کے تقاضے کے باوجود تراویح کی نماز اور حج میں اپنے آپ کو بظاہر عقل کے خلاف کاموں پر مجبور کرنا اور زکوٰۃ میں حبِ مال کی مخالفت تزکیہ نفس میں معاون ہیں۔

اصلاح قلب کا شرعی نظام:

دوسری طرف نماز کا قیام ذکر کے لیے، تراویح میں قرآن سننا سنانا اور حج میں کثرتِ ذکر یہ دل کی اصلاح کا نظام ہے۔

اگر شرعی مجاہدات کسی کے مؤثر نہ رہیں اور گناہوں میں مشغولی اور اعمال میں کمی ہو تو یہ ان شرعی مجاہدات میں کمی کی طرف اشارہ ہے، اس کی تلافی علاجی مجاہدے کے ذریعے ہو گی اور اگر اعمال میں جان نہ رہے تو یہ دل کے نقص کی طرف اشارہ ہے تو اس کی تلافی ذکر و مراقبات کے ذریعے ہو گی۔ اب اگر شریعت کے ظاہر اور باطن کے مطابق کوئی ٹھیک چل رہا ہے تو اس کو مزید کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں جیسے صحابہ کو ان اضافی مجاہدات کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ جب بھی اُن کو ضرورت پڑی تو انہوں نے اسی وقت اس کے مطابق مجاہدہ کر کے

اس عمل کو درست کیا۔ جیسے حضرت عمرؓ کا بیرونی وفود کے ساتھ بحیثیت امیر المؤمنین ملاقاتوں کے بعد بیت المال کی بوریاں خود اٹھانا، حضرت علیؓ کا اپنی آستینوں کی طرف التفات کی وجہ سے آستینوں کو کاٹنا وغیرہ۔ بعد کے ادوار میں چونکہ کمزوری آئی تو اس کے باقاعدہ طریقے وجود میں آئے گویا طریقت کی بنیاد پڑ گئی اور اس کے لئے خانقاہیں بن گئیں جیسے علم کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مدارس وجود میں آئے۔

سلوک وطریقت کا نظامِ تربیت:

مجاہدات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اور ذکر بھی۔ یعنی شرعی مجاہدہ اور علاجی مجاہدہ۔ اس طرح ثوابی ذکر اور علاجی ذکر۔ اگر شرعی مجاہدہ موجود ہو یعنی سالکین شریعت پر کم از کم ظاہر کے لحاظ سے صحیح چل رہے ہوں تو ان کو علاجی مجاہدے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن اگر کوئی شریعت پر نہیں چل رہا ہے یا چل رہا ہے لیکن ٹھیک طریقے سے نہیں تو ان کو علاجی مجاہدے کی بھی ضرورت ہوگی۔ تصوف کی ابتدا میں جب لوگ ظاہر شریعت پر چل رہے تھے لیکن ان کے اعمال میں جان نہیں تھی تو ان میں جان پیدا کرنے کے لئے دل پر محنت کی ضرورت پیش آتی تھی، اسی سے ان کی تکمیل ہوجاتی تھی کیونکہ شرعی مجاہدہ ان کو پہلے سے حاصل ہوتا تھا۔ نفس کا علاج ہر رذیلے کے اعتبار سے ہوتا ہے اس لئے بعض کے بعض مجاہدات ہوتے ہیں تو ان میں ان سے متعلق رذائل نہیں ہوتے لیکن دوسرے

رذائل کو دبانے کے لئے دوسرے مجاہدات ضروری ہو جاتے ہیں۔ ابھی بھی کوئی اگر شریعت پر چل رہا ہو یعنی گناہوں سے بچ رہا ہو اور احکام پر چل رہا ہو تو ان کی بھی صرف دل کی اصلاح سے تکمیل ہو سکتی ہے اور ان کا دل کی اصلاح کے ذریعے سلوک طے ہو سکتا ہے جس میں دس مشہور مقامات یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا طے ہوتے ہیں۔ لیکن آج کل کے دور میں یہ چیز بہت ہی کم ہے کہ کوئی مکمل طور پر گناہوں سے بھی بچ رہا ہو اور شرعی احکام پر بھی عمل کر رہا ہو اس لئے آج کل کم از کم اس حد تک علاجی مجاہدہ ضروری ہے کہ شریعت پر عمل نصیب ہو جائے اور مزید یہ کہ عمل خلوصِ دل سے ہو۔ اس کے لئے دل کی اصلاح کی ضرورت ہو گی جس کے لئے علاجی ذکر اور مراقبات ہیں۔

اس تمہید میں یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ مجاہدہ بذاتِ خود مطلوب نہیں بلکہ شرعی مجاہدہ جو مطلوب ہے اس کے نہ ہونے کی صورت میں شریعت پر لانے کے لئے مطلوب ہو جاتا ہے۔ اس تشریح کے ہوتے ہوئے کوئی اس علاجی مجاہدے کو رہبانیت نہیں کہہ سکتا جیسا کہ تصوف کے بعض مخالفین صوفیاء کو اس سے مطعون کرتے ہیں۔ پس جس دور میں شرعی مجاہدہ بطریقِ احسن موجود ہو تو اس وقت صرف دل کی اصلاح کافی ہو گی لیکن جس دور میں ایسا نہ ہو تو علاجی مجاہدے سے صرفِ نظر کرنا ناعاقبت اندیشی ہو گی کیونکہ اس کے

بغیر تزکیہ قلب کے فوائد پورے حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی مکتوب نمبر 287 میں فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیے وہ مجذوب جنہوں نے سلوک (تزکیہ نفس) مکمل طے نہیں کیا اگرچہ جذب قوی رکھتے ہوں اور خواہ کسی بھی راستے سے منجذب ہوئے ہوں وہ اربابِ قلوب کے گروہ میں داخل ہیں، کیونکہ بغیر سلوک کے اور تزکیہ نفس کے، وہ مقامِ قلب سے آگے نہیں گزر سکتے۔ اور مقلبِ قلب یعنی حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے، ان کا جذب انجذابِ قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے ذاتی نہیں ہے، غرضی ہے اصلی نہیں ہے، کیونکہ نفس اس مقامِ روح کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور اس کا نفس ابھی جاگا ہوا ہے، یعنی اُس کا تزکیہ ابھی نہیں ہوا اور ظلمت اور نور اس معاملے میں مخلوط ہیں، اور جب تک روح مطلوب کی طرف توجہ کرنے کے لیے نفس سے مجرد اور آزاد نہ ہو جائے اور نفس روح سے جدا ہو کر بندگی کے مقام پر نیچے نہ آ جائے، اُس وقت تک مقامِ قلب کی تنگی سے مکمل طور پر نہیں نکل سکتے اور مقلبِ قلب تک نہیں پہنچ سکتے اور مطلوب کی طرف روحی انجذاب حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ جب تک یہ دونوں نفس و روح حقیقت میں جمع ہیں، حقیقتِ جامع قلبیہ محکم اور غالب ہے خالص روح کا

انجذاب متصور نہیں، اور نفس کا روح سے خلاصی پانا سلوک کے منازل کو طے کرنے اور سیر الی اللہ کے راستے طے کرنے اور سیر فی اللہ سے متعارف ہونے کے بعد ہے بلکہ ”فرق بعد الجمع“کا مقام حاصل ہونے کے بعد ہے جس کا تعلق ”سیر عنِ اللہ باللہ“ سے ہے، صورت پذیر نہیں ہوتا، یعنی روح، نفس سے آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ناکافی شرعی مجاہدہ کی صورت میں نفس کا تزکیہ علاجی مجاہدہ کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے بغیر تکمیل ممکن نہیں اس لئے اس صورت میں سالکین کے لئے مجاہدات کا ایسا نظام وضع کرنا ضروری ہو جاتا ہے جس کے ذریعے نفس کا تزکیہ ہو اور جن دس مشہور مقامات کا ترتیب اور تفصیل کے ساتھ طے کرنا ضروری ہے، طے کئے جاسکیں۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ دل کی اصلاح کے بغیر مجاہدہ ”جوگی پن“ ہے جو گمراہی کا بہت بڑا دروازہ ہے کیونکہ مجاہدہ سے نفس عمل کرنے لئے تیار تو ہوا لیکن کونسا عمل؟ اس کا فیصلہ تو دل نے کرنا ہے اور اس کی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے وہ اندھا ہے اس کا تو ایمان بھی باقی رہنا مشکل ہے کیونکہ ایمان بھی دل کا عمل ہے۔ اس طرح نفس کی اصلاح کے بغیر دل کی اصلاح ناکافی ہے البتہ دل کی اصلاح کی وجہ سے اس کو اپنی غلطی کی اطلاع ضرور ہوتی ہے کیونکہ جب کسی کا دل بیدار ہو تو اس کو اپنی خامیاں نظر آتی

ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جو جذب کو پہلے کرانے کا طریقہ دریافت کیا تھا اِس ضرورت کو محسوس کرکے کیا تھا۔

اب دو صورتیں اس کی ممکن ہیں:

- پہلی صورت یہ ہے کہ سادہ ذکر اور صحبت سے سالکین کو پہلے شریعت پہ چلنے پر آمادہ کیا جائے اور ان کو فرضِ عین علم سکھا کر شریعت پر اچھی طرح چلایا جائے۔ اس سے شرعی مجاہدہ کی موجودگی میں علاجی مجاہدہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس کے بعد مراقبات کے ذریعے ان کے دل کی اصلاح کرکے ان کے اعمال میں جان پیدا کی جائے۔ اس سے ان کی تکمیل ہو جائے گی۔یہ گویا کہ تصوف کی ابتدائی صورت کو آج کل کے دور میں حاصل کرکے اسی طرز پر تکمیل کی کوشش ہو گی
- اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پہلے مراقبات کے ذریعے ان کے قلب کا اتنا تزکیہ کرایا جائے کہ وہ شریعت پر چلنے کے لئے تیار ہو جائیں اور آخر میں سلوک طے کرایا جائے جس سے ان کی تکمیل ہو۔

مؤخرالذکر طریقہ حضرت خواجہ نقشبند نے دریافت کیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ شریعت پر نہیں چل رہے تھے۔ قلب کا تزکیہ اگر ہوچکا ہو تو ایک طرف اگر ان مقامات کا ادراک آسان ہو جاتا ہے تو دوسری طرف نفس تزکیہ کیلئے آسانی کے ساتھ آمادہ ہو جاتا

ہے۔ ایسی صورت میں نفس کے تزکیہ سے اعراض اگر ایک طرف اپنی محنت پر پانی پھیرنا ہے تو دوسری طرف نفس کی خواہشات سے اثر لے کر گمراہ ہو سکتا ہے اور اس کی گمراہی کے لئے میدان زیادہ تیار ہوتا ہے کیونکہ نفس کی سرکشی اس کے قلب کی صفائی نہ صرف کسی اور رنگ میں دکھا سکتی ہے بلکہ کچھ ہی عرصے میں سرکش نفس قلب کو نفسانی خواہشات سے پھر آلودہ کر سکتا ہے۔

پہلی صورت میں یہ بتایا گیا کہ فرض عین علم سکھا کر شریعت پر اچھی طرح چلایا جائے تب ان کے لئے صرف دل کی اصلاح کافی ہوگی یعنی نفس کا اتنا تزکیہ ہو چکا ہو کہ شریعت پر عمل کرنے کو تیار ہو۔ پہلے دور میں اگر ایسا نہیں ہوتا تھا تو ان سے اسی وقت مجاہدہ کروا کر نفس کی سرکشی کو ختم کرایا جاتا تھا جیسا کہ شاہ ابوسعیدؒ کا واقعہ تفصیل سے کتابوں میں موجود ہے کیونکہ بعض اوقات سالکین عبادات کی حد تک تو شریعت پر چلتے ہیں معاملات میں نہیں، بعض ان دونوں میں لیکن معاشرت میں نہیں اور بعض ان تینوں میں لیکن اخلاق میں نہیں۔ الغرض ان چاروں میں سے جس میں بھی کمی کسی بھی وجہ سے پائی جائے اور محض سادہ ذکر اور صحبت سے اس کی اصلاح ممکن نہ ہو سکے تو اس کا علاج مجاہدہ ہے۔ اب مجاہدہ چاہے پہلے کرایا جائے چاہے بعد میں لیکن نفس کو اطاعت پر لانے کے لئے اس کی ضرورت ہوگی۔

اس دور میں ایک طرف ذہنی انتشار ہے تو دوسری طرف نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے سامان بہت عام ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ علمائے سوء کی وجہ سے عوام سے اصلی علم او جھل ہو گیا ہے جس سے جاہل لوگ علماء کو جاہل کہنے لگے ہیں۔ ان حالات میں عوام میں صحیح چیز کی طلب کا پیدا کرنا بھی بہت بڑا کام ہے۔ اس کے بعد جن میں طلب پیدا ہو ان کی اصلاح کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ کہا گیا کہ نفس کو اطاعت پر لانے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہو گی چاہے وہ دل کی اصلاح سے پہلے ہو یا بعد میں۔

آج کل کے دور میں مجاہدہ بھی ضروری ہے لیکن دل کی اصلاح میں بھی زیادہ دیر نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس صورت میں بعض چیزوں کی اصلاح کے لئے جس مجاہدے کی ضرورت ہے اگر وہ سالک کے دل پر نہ کھلی ہوں تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے آج کل کے دور کے لئے مجاہدے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا، یعنی دل کی اصلاح سے قبل اور دل کی اصلاح کے بعد۔ دوسرے لفظوں میں سلوک کا ایک حصہ جذب سے پہلے اور دوسرا حصہ جذب کے بعد۔ جو جذب سے پہلے والا سلوک ہے وہ جذب کے لئے تیاری ہے اور جذب سے بعد والا حصہ جذب کو کنٹرول کرنے کے لئے ہے۔ پہلے والا حصہ عروج کے لئے ہے اور دوسرا نزول کے لئے ہے۔ موجودہ تبلیغی جماعت میں بیانات اور حرکت کے ذریعے پہلا حصہ طے ہو جاتا ہے اور قربانی کے بقدر جذب بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن ان کے جذب کا ایک خاص رنگ ہے۔ اس کو مطلوبہ رنگ دینے کے لئے

مراقبات کی ضرورت ہوگی تب ان کو نزول والا سلوک طے کرایا جاسکے گا بصورتِ دیگر، عدم تکمیل میں ہی تکمیل محسوس کر رہے ہوں گے۔خانقاہوں والے حضرات بھی پہلے سلوک، ذکر، صحبت اور مناسب مجاہدات کے ذریعے سلوک طے کرکے مراقبات کے ذریعے جذب حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اس کے بعد نزول والا سلوک طے کرکے تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔آگے تفصیلات ہیں جس کا یہ موقع نہیں۔

آج کل کے لئے مؤثر نقشبندی سلوک

اب آج کل کے لئے مؤثر نقشبندی سلوک کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور کے حالات کے پیش نظر مروجہ نقشبندی سلوک میں کچھ کمی بیشی کی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مروجہ نقشبندی سلوک میں کوئی کمی تھی یا موجودہ طریقہ اس سے اعلیٰ ہے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ لوگوں میں تبدیلی آگئی اوراستعدادوں میں فرق آگیاہے جس کی وجہ سے جو مراقبات شامل کئے گئے تھے ان کی ضرورت نہیں رہی۔ موجودہ طریقہ گو کہ نسبتاً سادہ ہے، سمجھنے میں آسان ہے لیکن پرانے طریقے بالکل غیر مؤثر بھی نہیں ہیں۔ اب بھی استعداد والے ان سے استفادہ کرسکتے ہیں بلکہ اس سلسلے کے مشائخ کے لئے بہتر ہے کہ وہ ان طریقوں سے خود کو گزاریں تاکہ بااستعداد لوگوں کے لئے ان کو استعمال کرسکیں لیکن عام لوگوں کے لئے یہ سادہ طریقے ہی بہتر ہیں کیونکہ اعلیٰ اگر مشکل

کی وجہ سے حاصل نہ ہو سکیں تو سادہ طریقوں سے ان کی بنیادی ضرورت تو بہر حال پوری ہونی چاہیے۔

نقشبندی سلسلے میں ذکرِ جہری کا تعارف:

آج کل جو ذہنی انتشار ہے اس کی وجہ سے مروجہ نقشبندی سلاسل کو ایک پریشانی لاحق ہے جس کی وجہ سے لطائف کے دور اور مراقبات میں بڑی مشکل پیش آرہی ہے اس وجہ سے مشائخ اشعار اور توجہ کے ذریعے سے لطائف جاری کرواتے ہیں۔ یہ چونکہ انعکاسی فیض ہوتا ہے اس لئے زیادہ دیرپا نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مریدین، پیر کی توجہ کے منتظر ہوتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے۔ اس وجہ سے مریدین کی ہمتیں جواب دے جاتی ہیں اور ان میں سے اکثر تعطل کے شکار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں یہ تجربہ بہت کامیاب رہا ہے کہ پہلے ہم بارہ تسبیح تک بتدریج بڑھاتے ہیں جس کے ساتھ ایک تسبیح اسمِ ذات کی بھی شامل ہے۔ پھر اسمِ ذات مناسب تعداد تک بڑھایا جاتا ہے جس کو پھر ذکرِ خفی سے بدل دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر لطائف کا دور شروع کرواتے ہیں اور سلطان الاذکار سے ہوتے ہوئے مزید مراقبات تک ان کو بڑھا دیتے ہیں۔ اس ترتیب سے مراقبات با آسانی شروع ہو جاتے ہیں۔ آگے پھر نقشبندی طریقے سے سلوک پورا کرواتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے ذکرِ

جہری سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ آدمی باہر کے شور سے منقطع ہو جاتا ہے اور دوسرے خیالات بھی اتنے نہیں آتے جس سے یکسوئی جلدی حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ کوئی نئی بات بھی نہیں نقشبندی سلسلے کا قادری سلسلے کے ساتھ ایک خوبصورت جوڑ سلسلہ راشدیہ کی صورت میں پہلے سے موجود رہا ہے۔ اس میں لطائف پر جہر کے ساتھ ذکر (**اللہ ھُو**) کرایا جاتا ہے ۔۔ پھر چونکہ قادری اور چشتی سلوک بالخصوص چشتی نظامی سلوک میں برائے نام ہی فرق ہے، اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تین سلاسل کا مجموعہ ہو گیا۔ بنوریہ طریقہ بھی نقشبندی طریقہ ہی ہے جس میں لطائف کی تفصیل مجددیہ معصومیہ سے مختلف ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ حالات بدل جاتے ہیں۔ اس لئے اصلاح کے طریقوں میں بھی اجتہادی تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ لطائف کا اجراء ذہنی انتشار کی وجہ سے آج کل براہ راست ہونا مشکل ہو گیا ہے اس لئے اگر چشتیہ طریقے سے، راشدیہ طریقے سے یا آج کل ایک طریقہ ہمارے ہاں جو شروع ہو چکا ہے اس کے ذریعے سے جہری ذکر سے ابتدا کی جائے اور پھر اسم ذات کے ذریعے لطائف کا اجراء کیا جائے تو یہ ایک آسان عملی صورت ہے۔

ابتدائی سلوک:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سلوک کے دس مقامات یعنی ”توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا“ کو تفصیلی طے کرنے کا فرمایا ہے۔ ان میں توبہ،

انابت، زہد، ریاضت اور قناعت کے ابتدائی اسباق دیئے جائیں گے جن کے ساتھ متعلقہ مجاہدات بھی ہوں گے مثلاً صلوٰۃِ توبہ روزانہ پڑھنے کو کہا جائے گا، جو بھی غلطی ہوئی ہو اس کی تلافی کے لئے اس کے بقدر نیک عمل کرنے کو کہا جائے گا، نصف جیب خرچ پر گزارہ کرنے کی تعلیم دی جائے گی، تہجد شروع کرائی جائے گی، دوسروں کی سخت باتوں کو برداشت کرنے کا بتایا جائے گا، مسجد یا خانقاہ میں جھاڑو دینے کو کہا جائے گا، آخر میں ان کو اور باقی پانچ کو تفصیلی طور پر طے کرایا جائے گا۔

چونکہ ان اذکار اور مراقبات سے صرف جذب کا حصول ہوتا ہے جو سلوک میں معین ہے۔ اس لئے جس وقت بھی اتنا جذب حاصل ہو کہ سلوک کی مشقتیں برداشت ہو سکیں تو سلوک شروع کروانا چاہئے۔ اس سے زیادہ دیر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ سلوک کی ابتداء کا فیصلہ شیخ کی صوابدید پر ہو گا۔ اس طرح ہر شیخ اپنے مریدین کے لئے جذب حاصل کرنے کے لئے ایک اجتہادی ترتیب بنا سکتے ہیں۔ درج ذیل ترتیب بھی اسی قسم کی ایک ترتیب ہے اس لئے ہمارا اس پر عمل ہے۔ البتہ باقی مشائخ اگر اس کو مفید سمجھیں تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں وگرنہ اپنے شرح صدر سے کوئی ترتیب بنا لیں۔

جامع ذکر چہار سلاسل:

ابتدائی ذکر

طریقہ	تعداد	ذکر
40دن تک بلاناغہ	300مرتبہ	سَبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرْ
	200مرتبہ	لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمْ

اگر چالیسویں (40) دن بھی ناغہ ہو گیا تو پھر دوبارہ پہلے دن سے شروع کرنا ہو گا۔

ہر نماز کے بعد ہمیشہ کیلئے

سُبْحَانَ اللّٰہ33مرتبہ، **اَلْحَمْدُلِلّٰہ**33مرتبہ، **اَللّٰہُ اَکْبَر**34مرتبہ،

3مرتبہ کلمہ طیبہ، 3مرتبہ درود ابراھیمی، 3مرتبہ استغفار، 1مرتبہ آیت الکرسی

نماز والی مسنون تسبیحات تمام عمر جاری رہیں گی اس لئے ان میں تبدیلی نہیں ہو گی۔

دوسرا ذکر

ایصال ثواب: ایک بار سورۃ فاتحہ اور3 بار سورۃ اخلاص پڑھیں اس کا ثواب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور چاروں سلسلوں کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کو ہدیہ کریں۔

طریقہ	تعداد	ذکر
لَآاِلٰہ کے ساتھ یہ تصور کہ دنیا کی محبت دل سے نکل رہی ہے اور اِلَّااللّٰہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آ رہی ہے	100مرتبہ	لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ
اس کے ساتھ یہ تصور کہ میرا مقصود صرف وہی اللہ ہی ہے۔ وہی سوچتے وقت دل کا دھیان اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو	100مرتبہ	لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوْ
اس کے ساتھ یہ تصور کہ میرے دل میں جتنے بھی بُت ہیں وہ اس سے ٹوٹ رہے ہیں	100مرتبہ	حَقْ
اس کے ساتھ یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو محبت کے ساتھ دیکھ رہا ہے اور میرا دل بھی محبت کے ساتھ اَللّٰہ ، اَللّٰہ کر رہا ہے	100مرتبہ	اَللّٰہ

ذکر کا مجوزہ طریقہ:

پہلے لسانی ذکر ایک چلے کے لئے کرایا جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تین سو دفعہ کلمہ سوم کا پہلا حصہ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرْ اور دو سو دفعہ دوسرا حصہ یعنی لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمْ پڑھایا جاتا ہے۔ ساتھ ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمی بتایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ تین مرتبہ کلمہ طیبہ، تین مرتبہ درود ابراھیمی،

تین مرتبہ استغفار اور ایک مرتبہ آیت الکرسی۔ ساتھ ذکر جہری کرایا جائے گا جیسا کہ اوپر بتایا گیا۔ بعد میں اسم ذات کا ذکر بتدریج بڑھایا جائے گا۔ پھر ان سے لطائف کا اجراء کیا جائے گا۔ ہمارے ہاں پہلے چشتیہ صابریہ کی بارہ تسبیح کا ذکر کرایا جاتا ہے۔ اب چاروں سلسلوں کا مجموعہ بارہ تسبیح کرایا جاتا ہے جس میں لَاۤاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، لَاۤاِلٰہَ اِلَّاھُوْ، حَقْ اور اَللّٰہ کی ایک ایک تسبیح سے شروع کرایا جاتا ہے۔ اگلے مہینے یہ دو تسبیح، دو تسبیح، دو تسبیح اور ایک تسبیح، اس سے اگلے مہینے دو، تین، تین اور ایک تسبیح، اس سے اگلے مہینے، دو، چار، چار اور ایک تسبیح، اس سے اگلے مہینے دو، چار، چھ اور ایک تسبیح، اس سے اگلے مہینے دو، چار، چھ اور تین تسبیح، اس سے اگلے مہینے دو، چار، چھ اور پانچ تسبیح۔ اس کے بعد دو، چار، چھ تسبیح ذکر جہر تو رہیں گے البتہ پانچ تسبیح کی جگہ اسمِ ذات قلبی تعلیم کیا جائے گا۔ جب یہ شروع ہو جائے تو اس کے بعد اس کے ذریعے سے تمام لطائف کا اجراء کرایا جائے گا ان شاء اللہ۔

نوٹ:

یہ خط کشیدہ حصہ نمونے کے طور پر دیا گیا ہے کیونکہ یہ ہمارے ہاں چل رہا ہے لیکن باقی مشائخ اس کے پابند نہیں وہ اس تمام بیان میں غور کر کے جو ان کا شرح صدر ہو اس کے مطابق سالکین کو تعلیم کریں۔

خواتین میں لسانی ذکر کے بعد براہ راست لطائف کا دور شروع کراتے ہیں۔

لطائف کے دور میں مردوں اور عورتوں کا فرق:

عورتوں کے لئے معصومیہ طریقے کے لطائف کا اجراء بہتر ہے کیونکہ یہ پانچوں سینے میں ہیں۔ عورتیں اعصابی لحاظ سے کمزور ہوتی ہیں تو بنوریہ لطائف میں چونکہ اخفیٰ سر میں واقع ہے اس لئے اس کے اجراء کے ساتھ ان کا سر ہل سکتا ہے جو عورتوں کے لئے پریشانی کا باعث ہو سکتا ہے۔ مردوں کو دونوں قسم کے دور کرائے جاسکتے ہیں تا کہ بعد میں اگر ان سے خواتین بیعت ہوں تو وہ معصومی طریقہ بھی جانتے ہوں۔ بنوری طریقے میں کچھ مخصوص فوائد ہونے کی وجہ سے ان سے یکسر اعراض کرنا مناسب نہیں ہو گا۔

لطائف کا ذکر:

اس کو یوں کرنا ہوتا ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ جہاں ذکر کرانا ہے وہاں ذکر ہو رہا ہے۔ اس کو سننے کی کوشش ہو تصور سے کروانے کی کوشش نہیں کرنی۔ وقوفِ قلبی اس میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نقشبندی سلوک میں نیت، وقوفِ قلبی اور اس کے ساتھ نفس کے تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ یاد رکھنا ہے کہ دل پر اتنی ہی محنت ہو جتنا کہ نفس کا تزکیہ ہو۔ ان دونوں کے درمیان توازن اگر نہیں ہو گا تو سالک بغیر تکمیل کے اپنے آپ کو کامل سمجھ سکتا ہے جو طریقت میں سُمِ قاتل ہے۔

وقوفِ قلبی:

اس سے مراد دل کا دھیان ہے۔ پہلے ذہن سے شروع ہوتا ہے یعنی ذہن سے دل پر توجہ کرتے ہیں جو بعد ازاں دل کی دل پر توجہ میں بدل جاتا ہے۔یہ مشق سے آہستہ آہستہ حاصل ہوجاتا ہے۔یہ کیفیت حضوری اور کیفیت احسان کے حصول کے لئے ہوتا ہے تاہم اس سے اطمینان کی کیفیت جو حاصل ہوتی ہے وہ "**اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ**" کے ناطے اس کا خاصہ ہے اس کی نیت نہیں کرنی ہوتی، وہ بھی حاصل ہو تو اس پر شکر کے ساتھ ساتھ جاری رکھنا ہے۔ دل کا دھیان بڑی دولت ہے۔یہ نصیب ہوجائے تو پھر چاہے پتہ چلے یا نہیں روحانی ترقی ہوتی رہتی ہے۔

مراقبہ:

کسی بھی چیز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے کا نام مراقبہ ہے۔ مثلاً کسی آواز کے سننے، یا کسی چیز کو محسوس کرنے یا قلبی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرنا۔ اس میں خود کچھ کرنا نہیں ہوتا بلکہ جو ہورہا ہو اس کو محسوس کرنا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں دل پر کسی کو اختیار نہیں اسلئے دل سے ہم کچھ نہیں کرواسکتے لیکن دل جو کچھ کررہا ہے اس کو محسوس کرنے کی کوشش تو کرسکتے ہیں۔ اصل میں دل ایک لطیفہ ہے اور اس کی طرح اور بھی لطائف ہیں

جیسے لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفیٰ اور لطیفہ نفس۔ ان لطائف کے اصل عرش سے اوپر ہیں اور ان کے ظلال ہمارے جسم کے اندر ہیں۔ چونکہ ان کا علم کشفًا ہوا ہے اس لئے ان کے مقامات کے تعین میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ ان لطائف کے حال کی طرف توجہ کرنے سے ہم پر بہت کچھ کھل سکتا ہے اگر ہم ان محسوسات کا صحیح استعمال کرلیں تو ہم کو وہ علوم و معارف حاصل ہوسکتے ہیں جن کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہاں ان ظلال پر توجہ کرکے ان پر ذکر کے ذریعے ان کے اصول تک پہنچنے کی کوشش کرسکتے ہیں اور پھر ان کے ذریعے مختلف مراقبات کے ذریعے ان علوم و معارف تک محض خدا کے فضل سے رسائی حاصل کرسکتے ہیں جس کے ذریعے ہمارا علم، حال میں بدل سکتا ہے اور یہی ان مراقبات کا ثانوی مقصد ہوتا ہے کیونکہ اصل میں تو شریعت پر کیفیتِ احسان کے ساتھ عمل مقصود ہے لیکن عمل کا درجہ اس کی معرفت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی میں ہی فرق ہوتا ہے۔ ان محسوسات کی نیت کرکے بس پھر ان لطائف کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا ہوتا ہے۔ ہمیں کروانا نہیں بلکہ اس نیت کے مطابق محسوس کرنا ہے۔ اگر ہم اس سے کچھ کروانے کی کوشش کریں گے تو اس میں ہماری سوچ کو دخل ہوگا جو محدود ہے اور یہ لطائف ہماری رینج سے بھی باہر ہیں اس لئے فائدہ نہیں ہوگا۔ نیز تھکاوٹ بھی ہوگی لیکن اگر جو ہورہا ہے ہم اس کو محسوس کرنے کی کوشش کریں گے تو بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ البتہ جو ہم محسوس کریں گے وہ امرِ واقعہ ہوگا محض خیال نہیں ہوگا لیکن اس کے امرِ واقعہ

ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ اپنے شیخ سے سیکھ کر ذکر کے ذریعے ان تمام لطائف کو زندہ کرنا ہوتا ہے یعنی ان کا اپنے اصول کے ساتھ رابطہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس کو عروج کہتے ہیں کیونکہ اس سے عالم بالا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اس سے یہ لطائف منور ہوجاتے ہیں اور ان کا رنگ بھی ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ کشف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے جن کو کشف کے ساتھ مناسبت ہوگی ان کو محسوس ہوتے ہیں۔

لطائف کا دور مکمل ہونے کے بعد ان کو مراقبات کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کی ترتیب شیخ کی بصیرت پر منحصر ہے کہ وہ کونسا مراقبہ کس ترتیب سے کرنے کو بتاتا ہے کیونکہ اس میں اصل مقصود کیفیتِ حضوری اور کیفیتِ احسان ہے۔ اس کے حصول کے لئے جو ترتیب شیخ کامل کے قلب پر مرید کے لئے وارد ہوگی، وہی اس کے لئے بہتر ہوگی۔ تاہم شیخ، دوسرے مشائخ کے تجربات سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ اس میں مرید کی پسند اور ناپسند کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اس کے مقصد کے حصول کو دیکھا جائے گا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اصل وجود اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے وہ واجب الوجود ہے یعنی جب کچھ بھی نہیں تھا تو وہ تھا اور اس کے پیدا کرنے سے سب کچھ پیدا ہوا۔ یہ سب جو پیدا ہوئے چاہے امر "کُنْ" سے ہوں یا تخلیق کے ذریعے، یہ سب ممکنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اللہ

تعالیٰ کے ساتھ ہم جو گمان رکھیں گے تو " أَنَاعِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی "کے مطابق وہ ہمارے ساتھ وہی معاملہ رکھے گا پس اگر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ہمارے لئے ممکن بنایا ہو، ان کا اپنے آپ کو محتاج محض سمجھ کر متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ہمارا بھی اس میں حصہ ہو جائے البتہ دو چیزوں کی ضرورت ہو گی: ایک اخلاص نیت کی اور دوسری متوجہ ہونے کی۔ آگے انتظار ہے۔ "رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ" کے مطابق جو اس بڑے در سے، جہاں سب کچھ ہے، جو مل جائے اس کو نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر خوشی خوشی حاصل کریں۔

لطائف کا اجراء

ایصال ثواب : ایک بار سورۃ فاتحہ اور 3 بار سورۃ اخلاص پڑھیں اس کا ثواب آپ ﷺ کو اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اور صحابہ کرام ؓ کو اور چاروں سلسلوں کے مشائخ کرام ؒ کو ہدیہ کریں۔

1. لطیفہ قلب

آنکھیں بند، زبان بند، سینہ قبلہ رُخ، تصور یہ کہ دل **اَللّٰہ۔ اَللّٰہ** کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ دل کو محبت کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

2. لطیفہ روح

آنکھیں بند، زبان بند، سینہ قبلہ رُخ، تصور یہ کہ لطیفہ روح پر **اللہ**، **اللہ** ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ لطیفہ روح کو دیکھ رہا ہے۔

3. لطیفہ سِر

آنکھیں بند، زبان بند، سینہ قبلہ رُخ، تصور یہ کہ لطیفہ سِر پر **اللہ**، **اللہ** ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ لطیفہ سِر کو دیکھ رہا ہے۔

4. لطیفہ خفی

آنکھیں بند، زبان بند، سینہ قبلہ رُخ، تصور یہ کہ لطیفہ خفی پر **اللہ**، **اللہ** ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ لطیفہ خفی کو دیکھ رہا ہے۔

5. لطیفہ اخفیٰ

آنکھیں بند، زبان بند، سینہ قبلہ رُخ، تصور یہ کہ لطیفہ اخفیٰ پر **اللہ**، **اللہ** ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ لطیفہ اخفیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

مراقبات

1. مراقبہ احدیت ... یعنی قلب پر عام فیض کا اجراء

یہ نیت کر کے دل کی طرف متوجہ ہونا کہ دل (جو موردِ فیض ہے) میں اس ذات کی طرف سے فیض آرہا ہے جو کہ تمام نقائص وزوال سے پاک ہے اور ہر کمال سے متصف ہے۔

اس کو غور سے دیکھا جائے تو اس کے دو حصے ہیں: اللہ تعالیٰ کی صفات کا استحضار اور اس کی طرف سے فیض آنے کا استحضار، ان دونوں کو قلبی طور پر دہرانا مقصود نہیں جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے علم کو حال کے طور پر محسوس کرنا ہے۔اس کو ایک مثال سے سمجھیں میں اگر کسی بڑی ہستی کے سامنے بیٹھوں اور اس کی بات کی طرف دھیان کروں تو یہ ذہن میں نہیں دہراؤں گا کہ ایک بڑی ہستی کے سامنے بیٹھا ہوں اور اس کی بات سن رہا ہوں بلکہ اس کو جان رہا ہوں گا کہ بڑی ہستی کے سامنے بیٹھا ہوں اور اس کی بات کی طرف کان لگاؤں کہ کوئی بات سننے سے رہ نہ جائے بس اس طرح اس ذات کا جو تمام نقائص و زوال سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے کا دھیان دل میں جما کر بیٹھ جاؤں اور اس کی طرف سے فیض کے آنے کو قلب سے محسوس کرتا رہوں اس میں جتنا بھی محسوس ہو نعمت ہے اس پر شکر کروں اور مزید کے لئے دل کو کُھلا رکھوں کہ جس وقت فیض کا جو قطرہ بھی آئے مجھ سے غفلت کی وجہ سے ضائع نہ ہو، ساتھ ساتھ جس ذکر سے ان لطائف کا اجراء کیا ہو وہ چلتا رہے، یہ غفلت سے بچنے کے لئے ہے ورنہ اس

مراقبہ کا مطلوب تو فیض کے آنے کا احساس ہے جب یہ مراقبہ پکا ہو جائے تو پھر صرف فیض کا دھیان ہوتا ہے ذکر بھی محسوس نہیں ہوتا یعنی سالک اسم سے مسمّٰی کی جانب ترقی کر لیتا ہے۔

اس مراقبہ کو دل پر کیا جاتا ہے۔ اگر دل اوپر کی جانب کھچاؤ محسوس کرے تو یہ اس کا نفسیاتی اثر ہے کیونکہ ہم عرش کو اوپر سمجھتے ہیں۔

مشارب کے مراقبات...یعنی لطائف پر خاص فیض کا اجراء

2. مراقبہ تجلیات افعالیہ:

فیض ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی کو کسی قسم کا بھی نفع ہو۔

اس مراقبہ میں موردِ فیض قلب ہوتا ہے اس میں ہم اس کا دھیان بناتے ہیں کہ فیض اس ذات سے جو "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ" ہے، آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر آتا ہے، وہاں سے شیخ کے قلب پر اور وہاں سے سالک کے لطیفہء قلب پر آتا ہے۔

اس مراقبہ میں یہ محسوس کیا جاتا ہے یا وہ علم حال بنتا ہے جس کے مطابق سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز، عزت و ذلت، کامیابی و ناکامی، موت و حیات سب اس کے امر سے ہوتا ہے اس کو توحیدِ افعالی کہتے ہیں، اس کو درجہ حال میں حاصل کرنا ہوتا ہے۔

3. مراقبہ صفات ثبوتیہ:

اس میں موردِ فیض لطیفہ روح ہوتا ہے اس میں فیض اس ذات سے جو حیٌّ وَ قَیُّوْمٌ ہے۔ قادر ہے۔ سمیعٌ و بَصِیرٌ ہے جس کے پاس اصل علم ہے اصل ارادہ اس کا ہے اس کا کلام اصل کلام ہے اور وہی ذات "کُنْ فَیَکون" آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر آتا ہے وہاں سے شیخ کے قلب پر اور وہاں سے سالک کے لطیفہ ءروح پر آتا ہے۔یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ○اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ○

ہم ان سب کو علماً جانتے اور مانتے ہیں لیکن حال کے درجے میں بھی حاصل ہوں اس کے لیے یہ مراقبہ ہے یعنی آپ ﷺ نے جیسے ان کو علماً و حالاً پایا تو آپ ﷺ کے طفیل ہمیں بھی اس طرح حاصل ہو۔ ان میں بعض صفات کی ناقص صورت انسان کو بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ہم اس کو کامل صورت میں مانتے ہیں گویا کہ وہ صفات ہم اپنے حال کے مطابق تو اپنے لئے جانتے ہیں لیکن ان کی اعلیٰ صورت کا اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا دھیان حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم بھی دیکھتے ہیں لیکن ہمارا دیکھنا محدود اور اسباب کا محتاج ہے جب اللہ تعالیٰ کو اس کے لئے اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی اور اور نہ ہی وہ محدود ہوتی ہے۔

4. مراقبہ شیونات ذاتیہ:

اس میں موردِ فیض لطیفہ سِر ہوتا ہے اور فیض آتا ہے اس ذات سے جس کی ہر لمحے ایک خاص شان ہوتی آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر آتا ہے وہاں سے شیخ کے قلب پر اور وہاں سے سالک کے

لطیفۂ سر پر۔ شان سے صفات وجود میں آتی ہیں۔ صفات خارج میں علیحدہ وجود رکھتی ہیں جبکہ شان کا تعلق ذات کے ساتھ ہے اس مراقبے میں مختلف صفات کی طرف جو توجہ ہوتی ہے اس کا رخ ذات کی طرف موڑا جاتا ہے جس کی شیونات سے مختلف صفات وجود میں آتی ہیں "**كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ**"۔ صفات میں تشبیہ ہوتی ہے لیکن شان تشبیہ سے پاک ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بھی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف ایک سفر ہے۔ بعض لوگ اپنے حال کے مطابق صفات میں پھنس جاتے ہیں یہ مراقبہ ان کو صفات سے آگے ذات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

5. مراقبہ تنزیہ و صفات سلبیہ:

اس میں موردِ فیض لطیفہ خفی ہے۔ اس میں تصور کیا جاتا ہے کہ اس ذات سے جو بے چون و بے چگون ہے، اس کی طرح کوئی نہیں، وہ جسم سے پاک ہے، وراء الوراء ہے، قریب ہے لیکن ایسا نہیں جس طرح ہم کسی کو قریب سمجھتے ہیں، ساتھ ہے لیکن اس کا ساتھ ہونا ایسا نہیں جس طرح ہم کسی کو ساتھ سمجھتے ہیں، فیض آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر آتا ہے وہاں سے شیخ کے قلب پر اور وہاں سے سالک کے لطیفہ ءخفی پر آتا ہے۔

اس مراقبہ میں ہم انسانوں کی ان صفات سے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کا تصور کرتے ہیں اور اس کا دھیان حال کے درجے میں حاصل کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کھاتے پیتے نہیں، نہ سوتے ہیں، نہ اس کی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کی بی بی ہے۔

6. مراقبہ شان جامع:

اس میں موردِ فیض لطیفہ اخفٰی ہوتا ہے اور اس ذات سے جو بے چون و بے چگون ہے اس کی طرح کوئی نہیں، وہ جسم سے پاک ہے، وراء الوراء ہے، ایسا فیض جو اپنی شان کے مطابق تمام صفات وشیونات کا جامع ہے، آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر آتا ہے وہاں سے شیخ کے قلب پر اور وہاں سے سالک کے لطیفہ ءاخفٰی پر آتا ہے۔

نوٹ:

چونکہ قلب قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے اور باقی لطائف کشفی ہیں اسلئے آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو ظنی ہو سے بچنے کے لیے اگر ہم ہر مراقبہ میں یہ کہیں کہ فیض آپ ﷺ کے قلب پر آتا ہے تو اس میں زیادہ حفاظت نظر آتی ہے کیونکہ پہلے کہا گیا کہ ان ظنیات کے لیے دلیل کی ضرورت ہو گی۔

ان مراقبات کا ماحاصل یہ ہونا چاہیے کہ "تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ الله" اور "اَلْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّة" سے متصف ہوجائیں اللہ نصیب فرمائے۔

یہ سالکین کے مشارب ہیں اس لئے جس کی جس لطیفے کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو گی وہ اس کے ذریعے زیادہ حاصل کرے گا۔

7. مراقبہ معیت:

اس میں موردِ فیض لطیفہ قلب ہے اور فیض آتا ہے اس ذات سے جو میرے ساتھ ہے اور کائنات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے جیسا کہ اس کی شان کے مطابق ہے جسکی حقیقت صرف اس کو ہی معلوم ہے۔ چونکہ بقول حضرت مجدد الف ثانی معیتِ الٰہی متشابہات میں سے ہے اس لئے اس کی صحیح کیفیت کو اللہ تعالیٰ خود ہی جانتے ہیں اس لئے مندرجہ بالا محتاط الفاظ کو حال کے درجے میں لانا ضروری ہے۔

8. ہیئت وحدانی:

تمام لطائف بمع پورا جسم ہیئت وحدانی کہلاتا ہے۔

9. مراقبہ حقیقت کعبہ:

کعبہ مسجودِ حقیقی نہیں بلکہ مسجودِ مجازی ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم تھا تمام ملائکہ کو بشمول ابلیس اور ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو مردود ہوا تو کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی شان لئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس تجلی کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ کعبہ کی حقیقت مسجود و معبود باری تعالیٰ ہے۔ اس مراقبہ میں موردہئیتِ وحدانی ہے اور فیض مسجودِ حقیقی ذات سے اس تجلی کے ذریعے جو کعبہ کی طرف آرہی ہے سے سالک کے ہیئتِ وحدانی پر آتا ہے۔ اس میں یہ تصور کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں۔

10. مراقبہ حقیقتِ قرآن:

حقیقتِ قرآن مجید حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مطابق حق تعالیٰ کی وسعت بے چون کا مبداء ہے۔ اس مراقبے میں موردِ فیض ہیئتِ وحدانی ہے اور اس کی نیت یہ کرتے ہیں کہ اس کمال وسعت والی بے مثال و بے چون ذات سے جو منشاءِ قرآن مجید ہے جس کا علم لازوال، اصلی اور لامتناہی ہے جس کا کلام اسی کی شان کے لائق ہے فیض میرے ہیئتِ وحدانی پر آرہا ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ تجوید اور ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھتے ہوئے سالک یہ تصور کرے کہ میری زبان شجرِ موسوی کی طرح اللہ پاک کے کلام کا مظہر ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس مراقبہ سے قرآن کی حقیقت سالک پر کھلتی ہے۔اس کے بعد عالِم قرآن نہ صرف اس کے علم سے استفادہ کرتا ہے بلکہ اس کے نور سے بھی مستفید ہوتا ہے۔

11. مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ:

نماز عبدیت کی ایک مخصوص صورت ہے "اَنۡ تَعۡبُدَ اللہَ کَاَنَّكَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاكَ " کی عملی تشریح اس میں سب سے زیادہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہے۔ اس سے پہلے مراقبہ عبدیت بہتر رہے گا۔

12. مراقبہ عبدیت:

یہ محسوس کرنا کہ میرا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں ہے۔

مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ میں مراقبہ عبدیت کا استعمال یوں ہوگا کہ یہ محسوس کیا جائے کہ نماز میں میرا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔

حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ کعبہ حقیقتِ صلوٰۃ کے اجزاء ہیں اس لئے ان ہر دو کی مشق کے بعد حقیقتِ صلوٰۃ کا مراقبہ کیا جائے تاکہ نماز ان دونوں کے ذریعے زیادہ عبدیت کا محل بنے۔ اس مرتبے میں کمال درجے کی وسعت اور امتیاز بےچون ہے۔ حقیقتِ قرآن مبداء وسعت ہے اور اس میں کمال وسعت ہے یعنی مبداء سے ابتدا ہوکر حقیقتِ صلوٰۃ میں کمال کی طرف عروج ہے جیسا کہ فرمایا الصلوۃ معراج المؤمنین۔ اس کے مرتبہ کی عبادت نماز ہے۔قدمی سیر یہاں ختم ہوجاتی ہے۔

13. مراقبہ معبودیتِ صِرفہ:

حقیقتِ صلوٰۃ کے بعد اس کا مقام آتا ہے۔ اس کی نیت یوں کی جاتی ہے کہ "اس ذات محض سے جو معبودیتِ صِرفہ کا منشاء ہے سے اس کا فیض میرے ہئیت وحدانی پر آرہا ہے"۔ اس کے مرتبہ کی عبادت بھی نماز ہے۔یہ قدمی سیر کا مقام نہیں بلکہ اس میں صرف نظری سیر کی گنجائش ہے۔

14. مراقبہ احسان:

اپنے آپ کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے پانے کو محسوس کرنا۔ اس کے دو جزو ہیں ایک میں اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو اتنا محسوس کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو، اگر ایسا کوئی نہ کرسکے تو خود کو ایسا یقین کرانا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں۔ اس کا سلبِ سلب طریقہ زیادہ آسان ہے اور وہ یہ کہ خود محسوس کرے کہ کیا میں یا میری کوئی چیز خدا سے پوشیدہ ہوسکتی ہے؟ جواب نہیں میں ہوگا یہی اس کا اثبات ہے،اس کو پختہ کرنا ہے لیکن یاد رکھے یہ مراقبہ احسان ہے لیکن کیفیتِ احسان نہیں جس کا مطالبہ ہے۔ کیفیتِ احسان تب نصیب ہوسکتی ہے جب نفسِ مطمئنہ حاصل ہوجائے یعنی نفس کا ثقل جو عروج میں مانع ہے وہ ختم ہوجائے ورنہ وقتی طور پر یہ کیفیت کچھ محسوس ہوسکتی ہے لیکن دیر پا نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے کیفیتِ احسان کو مراقبہ نہیں سمجھنا چاہئیے بلکہ یہ ایک کیفیت ہے جو نفسِ مطمئنہ کے حصول کے بعد ان حقائق کی معرفت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ بعض کو ان حقائق کے ساتھ خود ہی روشناس کرکے یہ کیفیت عطا کی جاتی ہے لیکن حصول کے اسباب کے درجے میں ان مراقبات کی ایک اہمیت ضرور ہے۔

اس کے علاوہ اور مراقبات بھی ہوسکتے ہیں۔ مثلاً

15. مراقبہ حبِ الٰہی:

اس میں موردِ فیض لطیفہ قلب ہے اور فیض سالک کے قلب پر آتا ہے اس ذات سے جو محبوبِ حقیقی ہے جس سے دل میں اللہ کی محبت مسلسل بڑھ رہی ہے اور ساتھ ہی برداشت کی قوت بھی عطا ہورہی ہے۔

16. مراقبہ حب فی اللہ:

اس میں موردِ فیض لطیفہ قلب ہے اور فیض آتا ہے اس ذات سے جو محبوبِ حقیقی ہے سالک کے قلب پر جس سے دل میں اللہ والوں کی محبت مسلسل بڑھ رہی ہے اور ساتھ ہی برداشت کی قوت بھی عطا ہورہی ہے۔

17. مراقبہ نور:

جس میں یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ میں نور کے لامتناہی دریا میں کھڑا ہوں اور آہستہ آہستہ اس میں غرق ہورہا ہوں۔

18. مراقبہ دعائیہ:

اس میں سالک اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے محسوس کرکے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

19. صفات باری تعالیٰ کے مراقبات:

یہ سب حسب ضرورت کرائے جاسکتے ہیں اگر کسی کے لیے مفید ہوں۔

مجاہدات

تکمیل فنائے نفس بغیر مجاہدہ کے ممکن نہیں، اس لیے مجاہدات کی ترتیب سالکین کے لیے بنانی پڑے گی۔

مجاہدہ ہر سالک کا اپنا ہو گا کیونکہ بعض مجاہدات جس کے لیے مجاہدات ہیں وہ دوسروں کے لیے نہیں ہوتے ۔ مثلاً خادم کو کہا بازار سے سودا لاؤ تو اس کے لیے یہ عام بات ہے لیکن جس کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل ہو اس کو یہ کہنا اس کے لیے مجاہدہ ہے۔ سخی سے خرچ کرانا مجاہدہ نہیں بخیل سے خرچ کرانا مجاہدہ ہے۔

چار مجاہدے بہت مشہور ہیں

تقلیلِ طعام، تقلیلِ منام ،تقلیلِ کلام اور تقلیلِ خلط مع الانام

اس کے علاوہ حبِ جاہ کو کم کرنے کا مجاہدہ، حبِ مال کو کم کرنا اور غضِ بصر کا مجاہدہ بھی سالکین کے لئے اہم مجاہدات ہیں۔

ان مجاہدات میں پہلے دو کو متروک قرار دیا گیا تھا لیکن ان مجاہدات کے چھوڑنے سے سب مجاہدات تقریباً متروک ہو گئے۔ ان کو دوبارہ کس طرح شروع کرایا جاسکتا ہے اس کے لئے درج ذیل تحریر پڑھنا مناسب ہو گا۔

1. تقلیلِ طعام:

بزرگ فرماتے ہیں کہ بھرے پیٹ کا ثمرہ شیطانیت اور خالی پیٹ کا روحانیت ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ بھرے پیٹ کے ساتھ نفس پُرزور ہوتا ہے اور یہ شیطانی وساوس سے زیادہ متاثر ہو سکتا ہے اس لیے یہ شیطانیت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لیے پیٹ کو خالی رکھنا ہوتا ہے لیکن کتنا؟ کیونکہ ایک خاص حد سے کم کرنے سے آدمی بیمار ہو سکتا ہے جو موت تک لے جا سکتی ہے جس سے شریعت روکتی ہے۔ عملی صورت اس کی یہ ہے کہ کھانا بتدریج اتنا کم کیا جائے جس سے آدمی کی ضرورت پوری ہو یعنی بیمار نہ ہو۔ اس وقت جسم کی جتنی اصلی ضرورت ہے اس کو اتنا کھانا ملے گا تو شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہو گی اور پیٹ ضرورت کی حد تک خالی رہنے سے نفسانیت پر زد پڑے گی جس کا دوسرا مطلب روحانیت کا بڑھنا ہے۔

ایک ہے ضرورت کے مطابق کھانا اور ایک عیش کا کھانا ہے۔ عیش کے کھانے اور ضرورت کے کھانے میں جتنا فرق ہے اس کو اگر کم کیا جائے تو یہ مجاہدہ ہو گا جو اختیاری ہے۔ اس سے جو روحانیت آئے گی اور پھر اس سے جو جسم کی ضرورت کم ہو گی وہ غیر اختیاری ہے۔ پس ہم اس میں مزید بھی اختیاری طور پر کم کر سکیں گے جس سے مزید جسم کی ضرورت غیر اختیاری طور پر کم ہو گی۔ بعض اللہ والوں کا کھانا جو ناقابلِ یقین حد تک کم ہو جاتا ہے وہ اسی طرح ہوتا ہے۔

اگر کھانا کوئی ویسے مسلسل کم نہ کر سکتا ہو تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جسم کو جس لیول پر لانا ہے یعنی جتنا مسنون طریقے کے مطابق کھانا ہے اس پر آنے کے لیے پہلے اختیاری مجاہدہ کر کے اس سے زیادہ کمی کی جائے، اس سے جتنی جسم کی مطلوبہ طاقت میں کمی ہو اس کو دوسرے وقت میں پورا کیا جائے کیونکہ نفس پر اگر زیادہ بوجھ ڈالا جائے تو اس سے کم کے لئے وہ تیار ہو جاتا ہے لیکن یہاں چونکہ جسم کی ڈیمانڈ بھی پوری کرنی ہے۔ اس لئے اس کو پورا کرنے کے لئے بعد میں کچھ زیادہ جسم کو دینا پڑے گا۔ اس سے جسم کی قوت بحال ہو جائے گی لیکن مجاہدہ جو کیا ہو گا اس سے جسم مسنون مجاہدے پر تھوڑا بہت تیار ہو چکا ہو گا۔ اس لیے اب دوسری دفعہ کم اختیاری مجاہدہ کرنا پڑے گا یعنی مسنون مقدار سے پہلے سے کم کمی کرنی پڑے گی اور اس کو پورا کرنے کے لیے کم بڑھانا ہو گا۔ تیسری دفعہ اس سے بھی کم کی تبدیلی سے یہ کام ہو سکے گا اور کئی دفعہ اس طرح کرنے سے تبدیلی کی مقدار میں کمی ہوتے ہوتے مطلوبہ حیثیت یعنی مسنون مقدار پر رک جائے گا۔ یعنی جسم کی ضرورت اور نفس آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ متوازن صورت اختیار کر لیں گے۔ یہی نفس مطمئنہ کی حالت ہو گی جس پر روحانیت بھی رہے گی اور جسم بھی کمزور نہیں ہو گا۔

2. تقلیل منام:

کم سونے کا جو مجاہدہ ہے، اس مجاہدے کا فائدہ یقیناً ہوتا ہے لیکن اس میں احتیاط کی بھی ضرورت ہے کیونکہ نیند، جسم کے اعلیٰ افعال کی، ضرورت ہے اور اس کے بارے میں احتیاط نہ

کرنے سے ان افعال پر انجانے میں بڑا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس مجاہدہ میں اس لئے طریقہ کار ذرا مختلف ہو گا۔ اول اس میں دیکھنا ہے کہ کم سونا صرف اس لئے مطلوب ہے کہ اتنی غفلت نہ ہو کہ ضروریات دین میں رکاوٹ پڑے۔ پس اگر دین اور دنیا کی ضروریات پوری ہوں تو طب کے قوانین کے مطابق کسی کو جتنی نیند کی ضرورت ہے اتنی نیند کرنے سے کوئی حرج نہیں۔ اس سے زیادہ نیند البتہ چونکہ سستی پیدا کرتی ہے اس لیے اس سے بچنا لازم ہو گا۔ اس میں صرف اتنا ضروری ہو گا کہ جس وقت دین یا جائز دنیا کے لیے جتنا جاگنے کی ضرورت ہے اتنا جاگنا سیکھنا چاہیے اصل مجاہدہ سنت پر عزیمت کے ساتھ عمل ہے اور وہ اس میں یوں کیا جا سکتا ہے کہ اگر مرد ہے تو تکبیرِ اولیٰ کے تین چلے لگاتار لگائے۔ تین چلوں یعنی چار مہینے میں شخصیت میں کافی حد تک فرق پڑتا ہے جس سے وہ سستی جو نیند کے افراط سے ہوتی ہے ختم ہو جاتی ہے اور یہی اس کا اصل فائدہ بھی ہے کیونکہ تکبیرِ اولیٰ کا جو خیال رکھے گا وہ اپنی نیند کا انتظام ایسا کرے گا کہ اس کے تکبیرِ اولیٰ میں فرق نہ آئے۔

3. تقلیل کلام:

حدیث شریف میں آتا ہے: "مَنۡ صَمَتَ نَجَا" یعنی جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آدمی بالکل بات نہ کرے لیکن یہ ضرور ہونا چاہیئے کہ ایسی بات نہ کرے جس میں گناہ ہو اور لا یعنی سے بچنے میں دین کی حفاظت ہے۔ اس لئے کم بولنے کی

عادت ڈالنے کے لئے پہلے بالکل خاموش رہنے کی عادت ڈالنی ہو گی اور بعد میں ضرورت کے مطابق بولنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنے پسندیدہ محفل میں بیٹھ کر خاموشی کے ساتھ سننا شروع کرلے، اول تو بولے نہیں محض سننے کی نیت سے بیٹھے اور اگر بولنا ضروری ہو تو توقف کرکے کچھ دیر کے بعد دل میں دعا مانگ کر کہ یا الٰہی منہ سے وہ نکلوا دے جس پر تو خوش ہوتا ہے اور اس سے بچا جس سے تو ناراض ہوتا ہے۔ شیخ اس کا چلہ یا کئی چلے کرواسکتا ہے۔

4. تقلیل خلط مع الانام:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بری صحبت سے خلوت اچھی ہے اور اچھی صحبت خلوت سے اچھی ہے۔ اس کے لئے سالکین کو خلوت میں رہنے کی پہلے تربیت دی جائے گی اور بعد میں شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کی مقدار شیخ کی بصیرت پر موقوف ہے۔ خلوت میں موبائل کے استعمال پر بھی پابندی ضروری ہو گی۔

5. حب جاہ کو کم کرنے کا مجاہدہ:

سلام میں پہل کرنا، اپنے مخالفین کے لیے دعا کرنا اور ان کی جائز چیزوں کی تعریف کرنا، مسجد والوں کی جوتیوں کو سیدھا کرنا، لوگوں کے لیے بازار سے سودا لانے کی ممکن کوشش کرنا، غریب لوگوں کے ساتھ اگر کوئی مفسدہ نہ ہو تو اصلاح کی نیت سے بیٹھنا

6. حب مال کو کم کرنا:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں نفلی انفاق کرنا، صالحین کی کبھی کبھی دعوت کرنا، اس کے بارے میں اگر عالم ہو تلقین کرتے رہنا۔

7. مجاہدہ غضِ بصر

یہ مجاہدہ آج کل بہت ضروری ہے۔ اس کے لئے خلوت میں پہلے دن پانچ منٹ نیچے دیکھنا ہو گا اور روزانہ 20 دن تک ایک ایک منٹ بڑھانا ہو گا۔ اس کے بعد جلوت میں آکر پانچ منٹ نیچے دیکھنا ہو گا اور پھر روزانہ 20 دن تک ایک ایک منٹ بڑھانا ہو گا۔ اس سے نظریں نیچے کرنے کی مشق ہو جائے گی جس کو بعد میں برقرار رکھنا ہو گا۔

لطائف معصومیہ

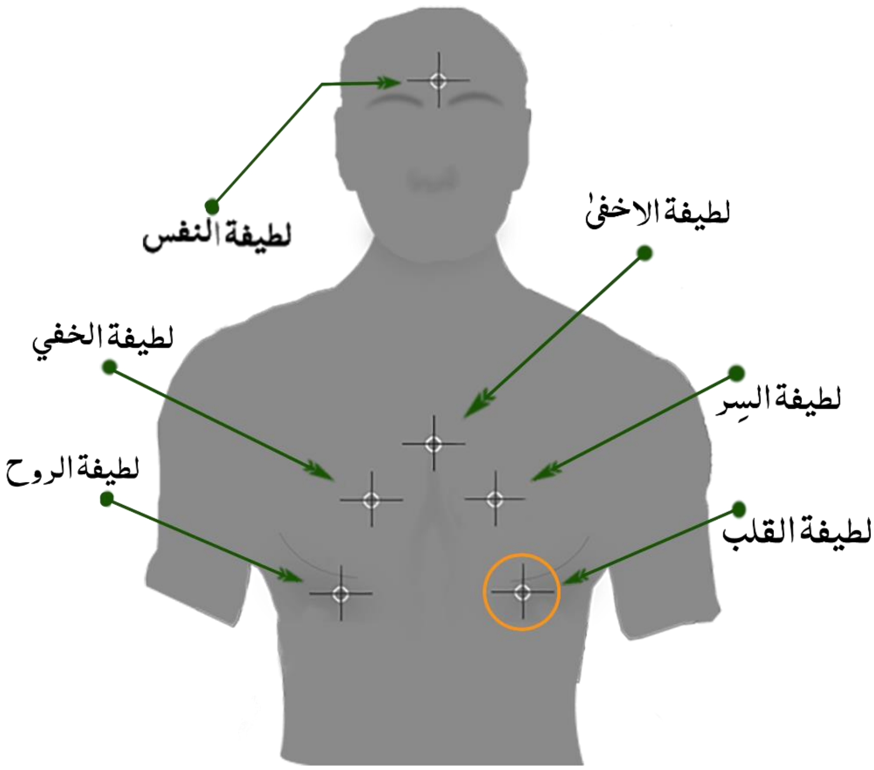

لطائف بنوریہ